یادِ رفتگان

ایک عظیم محدثؒ ایک مثالی شخصیت

مولانا حکیم محمد ایوب سہارنپوریؒ

از ——— مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی

حضرت مولانا حکیم محمد ایوب صاحب کی سانحۂ وفات کی اطلاع مجھے ان کے صاحبزادے جناب مولانا محمد عاقل صاحب صدر مدرس مظاہر علوم سہارن پور کے خط سے ہوئی، حضرت حکیم صاحب سے اس عاجز کا نیازمندانہ تعلق تھا، الفرقان میں ان کے بارے میں کچھ لکھنا اس لئے ضروری تھا، میں نے مولانا محمد عاقل صاحب سے حکیم صاحب کے حالات کے بارے میں بعض چیزیں دریافت کیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، انھوں نے مجھے وہ معلومات فراہم کر دیے، لیکن ان دنوں مسلسل طبیعت ناساز رہی۔ اس کے علاوہ میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ حکیم صاحب پر جیسا لکھنا چاہیئے میں اپنے موجودہ حال میں غالباً ویسا نہیں لکھ سکوں گا عزیز مکرم مولوی نور الحسن راشد کاندھلوی زیدت معالیہ سے فرمائش کی کہ وہ میری طرف سے یہ کام انجام دے دیں اور مولانا محمد عاقل صاحب سے جو معلومات فراہم ہوئے تھے وہ بھی انھیں بھیجدیئے انھوں نے جو مضمون لکھ کر بھیجا وہ ذیل میں بعینہٖ شائع کیا جا رہا ہے، یہ واقعہ ہے کہ میں خود اگر لکھتا تو ہرگز ایسا نہ لکھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے انھوں نے واقعۃً حکیم صاحب کے تعارف کا حق ادا کر دیا ہے۔

محمد منظور نعمانی

———

مولانا حکیم محمد ایوب سہارنپور کے ایک قدیم خانوادۂ سادات کے چشم و چراغ تھے، یہ خاندان بعض روایات کے مطابق شاہجہاں کے عہد میں بخاری سے ہندوستان آیا اور سہارن پور میں مقیم ہوا،

اُس خاندان کا علم اور علماء سے رشتہ پرانا ہے خصوصاً حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت حاجی امداد اللہؒ سے بہت گہرا ربط اور قریبی روابط رہے ہیں اور اس خاندان کے بعض بزرگوں مثلاً مولانا حکیم مغیث الدین اور مولوی حکیم محمد حسین کو حضرت سید صاحب سے اجازت بیعت حاصل تھی۔ اسی گھرانے میں جو علم و معرفت کے چشموں سے فیضیاب تھا تقریباً سنہ ۱۳۱۸ھ میں حکیم محمد ایوب کی ولادت ہوئی۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

"محمد ایوب بن مولوی حکیم محمد یعقوب بن احمد حسین بن سید ابوالحسن بن حافظ امام بخش فقیہ بن حافظ محمد حسین بن سید نور الدین بن سید شاہ عالم بن سید ولی محمد۔"

آٹھ سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا، اس کے بعد سنہ ۱۳۲۶ھ میں مدرسہ مظاہر علوم میں داخل کئے گئے اور فارسی کی ابتدائی کتابوں کی تعلیم شروع کی۔ سنہ ۱۳۳۳ھ تک مدرسہ میں پڑھتے رہے۔ سنہ ۱۳۳۴ھ میں مدرسہ ضابطہ کا تعلق ترک کر کے حضرت مولانا محمد یحیی کاندھلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مولانا کی نگرانی و تربیت میں انکے خاص اصول اور نصاب تعلیم کے مطابق تعلیم کا سلسلہ شروع کیا مگر ابھی مولانا سے استفادہ کا زیادہ موقع نہ مل سکا تھا کہ مولانا سنہ ۱۳۳۴ھ میں رحلت فرما گئے، مولانا محمد یحیی کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سے رشتۂ تلمذ استوار ہوا اور مشکوٰۃ تک تمام درسی کتابیں ان کی نگرانی میں مکمل کیں۔ سنہ ۱۳۳۶ھ میں مظاہر علوم میں دوبارہ داخلہ لیا اور سنہ ۱۳۳۸ھ تک فقہ ادب اور طب کی کتابیں پڑھتے رہے۔ سنہ ۱۳۳۹ھ میں صحاح ستہ (دورۂ حدیث) کی تکمیل ہوئی اور حضرت مولانا خلیل احمد سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ سنہ ۱۳۴۰ھ میں تفسیر بیضاوی، تفسیر مدارک، ہدایہ اخیرین وغیرہ پڑھیں اور درس نظامیہ کا منتہیانہ نصاب مکمل کیا۔

دینیات کے بعد طب کی تعلیم پوری کرنے کا خیال ہوا جو حکیم ایوب کے اہل خاندان کا آبائی قدیم مشغلہ اور اس زمانہ میں ایک معزز ذریعہ معاش تھا، مظاہر علوم کے ایام تعلیم میں طب پڑھنے کی ابتداء ہو چکی تھی۔ سدیدی اور اقصرائی وغیرہ پڑھ چکے تھے۔ مظاہر علوم سے اجازت و سند حاصل کرنے کے بعد تکمیل الطب کالج لکھنؤ میں داخلہ لیا اور طب یونانی کا نصاب پورا کیا اور سند پائی اور وطن واپس آکر معالجات و مطب میں مصروف ہو گئے۔ ممکن تھا کہ طب سے خاندانی شغف اور آبائی دواخانہ کی نگہداشت و ترقی میں تمام اوقات بسر ہوتے مگر توفیق الٰہی نے دستگیری فرمائی اور حکیم صاحب نے طبی مشغولیات کے بالکل ابتدائی زمانہ سے ہی اپنے اوقات کا ایک حصہ مطالعہ حدیث اور خصوصاً حضرت

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کے ایماء و مشورہ پر شرح معانی الآثار طحاوی کی تصحیح و تحقیق کے لئے وقف کردیا اور پھر رفتہ رفتہ اس میں اس قدر انہماک اور مصروفیت ہوئی کہ یہی کام اصل ذوق اور اوقات کا بہترین مصرف قرار پایا، جس کے نتیجہ میں شرح معانی الآثار کی تصحیح اور تحقیق کی وہ عدیم المثال خدمت سرانجام پائی جو ایک عرصہ سے علمائے احناف کے ذمہ قرض چلی آرہی تھی۔

حکیم صاحب حضرت مولانا خلیل احمد سے بیعت ہوئے اور سلوک و تربیت کے ابتدائی مراحل طے کئے، حضرت سہارنپوری کی وفات کے بعد اولاً حضرت مولانا محمد الیاسؒ سے اور پھر حضرت شیخ الحدیث سے رجوع ہوئے، آخر میں حضرت تھانوی کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ رام پوری سے مجاز ہوئے۔

حکیم صاحب کو انتظامی معاملات اور تعمیرات کے فن سے خاص مناسبت تھی غالباً ان ہی خصوصیات کی بنا پر ۱۳۷۱ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی مجلس سرپرستان کے رکن قرار پائے، اور تقریباً تیس سال تک اہل مدرسہ کے مشیر اور انتظامی تعمیری معاملات میں دخیل رہے اور خوش اسلوبی کے ساتھ متعلقہ خدمات سرانجام دیتے رہے اور اہل مدرسہ نیز اہل الرائے لوگوں کی تصویب و تحسین سے شادکام ہوئے، لیکن شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی وفات کے بعد جب مظاہر علوم میں بعض تنازعات رونما ہوئے اور ناخوشگوار واقعات پیش آئے تو حکیم صاحب مجلس سرپرستان کی رکنیت سے سبکدوش ہوگئے اور اس کے بعد سے رفتہ رفتہ اور دنیاوی علائق بھی کم کرتے گئے، مطب صاحبزادگان کے حوالہ فرمادیا اور اپنے تمام اوقات عبادات و طاعات میں صرف کئے، اور اسی گوشہ نشینی اور یکسوئی کے عالم میں طویل علالت کے بعد ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ ۳۰ دسمبر ۱۹۸۶ء کو منگل کے دن وفات پائی۔ رحمہ اللہ رحمۃ الابرار الصالحین

حکیم صاحب نے اپنے اوقات کچھ اس طرح مرتب اور تقسیم کر رکھے تھے کہ صبح سے شام تک مختلف النوع مشاغل جاری رہتے کثرت کار اور اختلاف امور کے باوجود سب اپنے اپنے وقت پر پورے ہوتے تھے۔ مطب کی مصروفیات خدمت حدیث میں حارج نہیں تھیں انتظامی مشاغل بھی معمولات اور اوراد و وظائف کی تکمیل میں رکاوٹ نہیں بنے، بچوں کی تعلیم و تربیت اور گھریلو امور کی نگہداشت مدرسہ کے کاموں پر اثر انداز نہیں تھیں۔ اور تصنیف و تالیف اور مطالعہ و

تحقیق سے مطب کی کارگزاری متاثر نہیں ہوئی، تمام امور اپنے اپنے اوقات پر پابندی سے سرانجام پاتے رہے، اور ان سب کے ساتھ ایک اہم کام جو خاصے دقت اور توجہ کا طلب گار ہوتا ہے روزانہ کی مفصل یادداشت اور روزنامچہ کی تحریر و ترتیب تھی جس میں اپنے، مدرسے کے، اہل شہر کے اور مختلف قسم کے واقعات تفصیل سے لکھے جاتے تھے، برہا برس سے اس روزنامچہ کی تحریر و کتابت کا سلسلہ تھا جو غالباً آخری ایام تک جاری رہا۔

حکیم صاحب موصوف کو سہارن پور اور نواح سہارنپور میں ایک باکمال حاذق طبیب کی حیثیت سے جانا جاتا تھا، اور حضرت شیخ سے محبت و تعلق رکھنے والے ان کو حضرت کے ایک عزیز کی حیثیت سے اور کچھ افراد سرپرست مدرسہ مظاہر کے عنوان سے جانتے تھے مگر واقعہ یہ ہے کہ ایسے حضرات بہت کم ہیں جو ان کی اصل خصوصیت و کمال اور خادم حدیث نبوی کی حیثیت سے پہچانتے ہوں، وہ ایک جید عالم، فن حدیث کے محقق و مبصر اور خصوصاً رجال میں مرجع و سند کی حیثیت رکھتے تھے، مگر یہ ایک تقدیری بات ہے کہ ان کی زندگی میں ان سے بہت کم لوگوں نے استفادہ کیا اور ان کو وہ شہرت و ناموری حاصل نہ ہوئی جس کے وہ بجا طور پر مستحق تھے، مگر امید ہے کہ اب ان کے علمی کارنامے خصوصاً معانی الآثار کی تصحیح و تعلیق ان کی زندۂ جاوید سدا بہار یادگار بن کر باقی رہے گی اور ہمیشہ خادمان حدیث کے مشام جان کو معطر و مشکبار کرتے رہیں گے اور اپنے مؤلف کے لئے رحمت و مغفرت کی دستاویز اور نجات و سلامتی کا پروانہ ثابت ہوگی اور امید ہے کہ حکیم صاحب خود کو نامور علماء و محدثین کے جلو میں دیکھ رہے ہوں گے اور ان کی جانب سے اس علمی خدمت پر خوشنودی اور مبارک سلامت کی سوغات پا رہے ہوں گے۔

حکیم صاحب کی تصنیفات تین طرح کی ہیں۔

اول جو معانی الآثار کی تصحیح و تحقیق اور اس کے متعلق تنقیدی مباحث پر مشتمل ہیں۔

دوم، جو رجال حدیث کی تحقیق خصوصاً حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی تصنیفات، تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب نیز خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال کے اغلاط و اوہام کی نشاندہی کرتی ہیں۔

سوم، جو اوراد وظائف یا طب وغیرہ علوم پر مشتمل ہیں۔

قسم اول کے تحت تصحیح الاغلاط الکتابیۃ الواقع فی نسخ الطحاویۃ۔ حواشی شرح معانی الآثار۔ تراجم الاحبار من رجال معانی الآثار اور الفتح الرحمانی فی تحقیق مولد الطحاوی کا ذکر ہوگا۔

قسم ثانی کی تصنیفات میں تصویب التقلیب الواقع فی تہذیب التہذیب اور تصحیح و تعلیق بر تقریب التہذیب و خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال کا ذکر ہوگا۔

اور قسم ثالث کی تالیفات میں ترجمۃ الحزب الاعظم اور بعض طبی بیاضوں کا نام شامل ہے۔

شرح معانی الآثار طحاوی کی جلالت شان اور خصوصاً علمائے احناف کے لئے اس کی اہمیت محتاج تعارف نہیں، یہ کتاب گذشتہ سو سال سے ہندوستان کے درسی علمی حلقوں میں معروف و متداول ہے اور مختلف مطابع سے مختصر حواشی و تعلیقات کے ساتھ شائع ہوتی رہی ہے، مگر در حقیقت اس کا متن اس قدر غلط اور سند کے رجال و رواۃ کی تعیین میں اس قدر اوہام و اغلاط تھے کہ اکثر روایتوں کی صورت کچھ سے کچھ ہوگئی تھی۔ اس غلط در غلط متن سے استفادہ دشوار اور اس کے دلائل پر اعتماد مشکل ہوگیا تھا، محدثین احناف کی خواہش تھی کہ اس کتاب کی تصحیح و تحقیق ہو اور یہ کتاب اپنی اصل شکل و صورت میں نمودار ہو۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی نے توجہ فرمائی اور طحاوی پر کچھ لکھنا شروع کیا، اور اس سلسلہ میں اپنے منصوبہ کا اعلان بھی کردیا، اور اسی زمانہ میں معانی الآثار کی اردو میں شرح لکھنے کی خدمت حضرت مولانا محمد الیاس کے سپرد فرمائی۔ حضرت مولانا نے بھی کام کا آغاز کردیا تھا اور اردو شرح کا کچھ حصہ مرتب فرمالیا تھا مگر مولانا محمد یحییٰ کی اچانک وفات کی وجہ سے یہ دونوں منصوبے ناتمام اور تشنۂ اشاعت رہے۔ مولانا محمد یحییٰ کی وفات کے بعد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نے اس کام کو آگے بڑھانا چاہا مگر اوجز المسالک کی تصنیفی مشغولی اور بعد میں گوناگوں مصروفیات کے سبب اس کا موقع نہ آسکا تو حضرت شیخ نے مولانا حکیم محمد ایوب کو جو ان کے اور ان کے والد ماجد کے شاگرد تھے۔ معانی الآثار کی تصحیح اور تحقیق رجال کی طرف متوجہ فرمایا، اور اس خدمت کے لئے مامور کیا اور قدم قدم پر حکیم صاحب کی مدد و معاونت فرماتے رہے۔ حکیم صاحب نے متن معانی الآثار کی تصحیح اور رجال معانی الآثار کی تحقیق و تنقید کا سلسلہ بیک وقت

شروع کیا، اس عظیم علمی منصوبہ کا ۱۳۲۱ھ میں آغاز ہوا اور تقریباً اٹھاون سال بعد ۱۳۹۸ھ میں دو کتابوں اور متعدد جلدوں میں یہ کام مکمل ہوا۔ دونوں کا نسبتہً تفصیلی تعارف درج ذیل ہے:

تصحیح الاغلاط الکتابیۃ الواقع فی نسخ الطحاویۃ۔ یہ کتاب معانی الآثار کے ہندوستان میں معروف مطبوعہ نسخوں کی اغلاط کی بہت مفصل فہرست یا اشاریہ (INDEX) ہے جس میں مطبوعہ نسخوں کے ایک ایک صفحہ کی ہر ہر سطر کی تمام اغلاط بقید صفحہ و سطر درج ہیں، اور ہر موقع پر صحیح عبارت کی نشاندہی کی گئی ہے، جس کے بعد معانی الآثار کے صحیح متن تک رسائی ممکن ہوئی، اور امید ہے کہ طحاوی کے آئندہ تمام نسخوں کی تحقیق و ترتیب کے وقت اس فہرست سے استفادہ کیا جائے گا۔

تصحیح الاغلاط الکتابیہ دو جلدوں پر مشتمل ہے، اور اصل طحاوی کے حجازی سائز کے پونے دو سو صفحات پر مشتمل ہے جس میں تقریباً دو ہزار غلطیوں کی تصحیح کی گئی ہے اور دلائل کی روشنی میں صحیح لفظ کی وضاحت کی گئی ہے۔ پہلی جلد ۱۳۶۹ھ میں چھپی، اور دوسری جلد ۱۳۸۵ھ میں نکلی۔ اس کتاب کا علمی حلقوں میں شایان شان استقبال ہوا، برصغیر ہند و پاکستان کے محدثین کرام اور جلیل القدر علما نے اس کی بے حد پذیرائی کی، تحسین و تصویب سے نوازا، اور اس میں جو کاوش اور دیدہ ریزی کی گئی ہے۔ اس پر صدائے آفریں بلند کیں۔ محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مدظلہ العالی نے اس پر مفصل تبصرہ لکھا جو الفرقان میں شائع ہوا، نیز حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی، اور مولانا بدر عالم میرٹھی مؤلف ترجمان السنۃ وغیرہ متعدد علماء نے اس گراں مایہ تحفہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا، اور کہا:

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مولانا بدر عالم نے طحاوی سے غایت تعلق اور حکیم صاحب کی اس خدمت پر انتہائی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے غایت شوق میں یہاں تک فرمایا کہ اگر اس کتاب کی دوسری جلد میری زندگی میں شائع نہ ہوسکے میری وفات کے بعد چھپے تو میری قبر پر آکر خوش خبری سنا دینا۔

(۲) تراجم الاحبار من رجال معانی الآثار: معانی الآثار کی صحیح تدوین اسکی استنادی حیثیت اور فقہ حنفی کے مآخذ و مستدلات میں اس کا صحیح مقام متعین کرنے کے لئے ضروری تھا کہ حدیث کے رواۃ

اور رجال سند کا مفصل جائزہ لیا جائے، ان کے ضبط و اتقان اور جرح و تعدیل کے متعلق ائمہ فن کی آراء معلوم ہوں، ان کے اساتذہ و تلامذہ کی تفصیل نظر میں ہو اور طحاوی کی روایات کا حدیث کی کتابوں کی انجمن میں صحیح مقام متعین کیا جا سکے اور اس کی اہمیت واضح ہو، اس مقصد کی تکمیل کے لئے حکیم محمد ایوب مرحوم نے تراجم الاحبار پر کام شروع کیا اور برسوں کی سخت محنت و جستجو اور طویل ریاض و مطالعہ کے بعد رجال معانی الآثار پر زیر تعارف کتاب مرتب و مکمل کی۔

جاننے والے جانتے ہیں کہ رجال حدیث کا فن کس قدر وسیع نازک اور نہایت دشوار و صبر آزما فن ہے، اس میں ایک ایک شخص سے متعلق صحیح معلومات و تعارف کے لئے کیسے کیسے مشکل مراحل سے گذرنا ہوتا ہے، ایک ایک نام کے سیکڑوں افراد ہیں اور پھر ان میں سے بعض کے خاندان، آبائی نسبتوں، القاب و کنیتوں اور علاقائی تعارفی لاحقوں میں اس قدر مشابہت و مماثلت ہوتی ہے کہ متعلقہ راوی کے صحیح نام و نسب کی تعیین اور اس کے ما لہ و ما علیہ کی دریافت میں دانتوں پسینہ آجاتا ہے، اس کتاب کی تالیف کے دوران مؤلف تراجم الاحبار بارہا ان حوصلہ شکن مراحل سے گذرے ہوں گے، عاجز آکر قلم رکھ رکھ دیا ہوگا، مگر خدمت حدیث کی امنگ نے پھر نیا حوصلہ بخشا ہوگا اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نے کس طرح حوصلہ افزائی اور تعاون فرمایا ہوگا، اور ایسے واقعات نجانے کتنی بار پیش آئے ہوں گے تب کہیں تراجم الاحبار وجود میں آئی ہوگی۔ مؤلف کی دقت نظر اور موضوع کی نزاکت کا اس سے بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بائیس سو صفحات کی کتاب کی ترتیب و تالیف تقریباً ستاون سال میں مکمل ہوئی۔

تراجم الاحبار کا پہلا ایڈیشن جو چار جلدوں پر مشتمل ہے، سہارن پور سے شائع ہوا ہے۔ ایک اور عمدہ ایڈیشن کی پاکستان میں اشاعت متوقع ہے۔

(۳) حواشی معانی الآثار، اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ معانی الآثار کا متن اور سند دونوں اغلاط سے پر تھیں۔ تصحیح اغلاط الکتابیہ کے ذریعہ معانی الآثار کے اغلاط کا پردہ فاش ہوا اور صحیح متن کی جانب رہنمائی ہوئی اور تراجم الاحبار سے اس کی سند اور رجال کی تحقیق و تعیین ممکن ہوئی اس کے بعد ضرورت تھی کہ ان تمام تحقیقات کی روشنی میں معانی الآثار کا ایک نیا اور مکمل نسخہ مرتب اور شائع ہو، توفیق الٰہی شامل حال ہوئی اور یہ ہفت خواں بھی خود حکیم صاحب کے ذریعہ طے ہوا،

حکیم صاحب نے اس موضوع پر اپنے تمام مطالعہ و تحقیقات کا عطر کشید کر کے معانی الآثار کا نیا قالب تیار کیا، متن و سند کی تحقیق و تصحیح، روایات کی تخریج اور علامہ طحاوی کی اصطلاح و قال قوم آخرون کے مشار الیہ کی تعیین کی اور معانی الآثار کے حل مطالب اور متعلقات کتاب کی گرہ کشائی کی کوشش کی گئی ہے۔ اس نسخہ کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ طحاوی کا ایک ایسا صحیح نسخہ وجود میں آگیا ہے جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ معانی الآثار کے اس نسخہ کی پہلی جلد عمدہ کتابت و طباعت کے ساتھ مکتبہ امدادیہ ملتان سے شائع ہو چکی ہے۔ دوسری زیر طباعت ہے۔

(۴) الفتح السماوی فی مولد الطحاوی: امام طحاوی (احمد بن محمد بن سلامہ متوفی سنہ ۳۲۱ھ) کے متعلق ایک مشہور روایت یہ ہے کہ وہ سنہ ۲۲۹ھ میں تولد ہوئے مگر یہ روایت درست نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ ان کی ولادت سنہ ۲۳۹ھ میں ہوئی۔ حکیم صاحب نے زیر تعارف رسالہ میں مؤخر الذکر روایت کو اہل سیر و تاریخ کے اقوال کی روشنی میں آئینہ کیا ہے، یہ رسالہ اردو میں ہے اور شائع نہیں ہوا مگر اس کا عربی خلاصہ معانی الآثار مطبوعہ ملتان میں شامل ہے۔

(۵) تصویب التقلیب الواقع فی تہذیب التہذیب:۔ رجال طحاوی کی تالیف کے دوران حکیم محمد ایوب صاحب کو حافظ ابن حجر عسقلانی کی تہذیب التہذیب سے بار بار رجوع اور استفادہ کی ضرورت پیش آتی تھی، اسی وقت تہذیب التہذیب کی بعض فروگذاشتیں معلوم ہوئیں حکیم صاحب نے ایسے تمام مقامات کی تحقیق کی اور مطالعہ و جستجو کے بعد تہذیب التہذیب کے حواشی پر اس کی تصحیح کرتے رہے، رفتہ رفتہ اس قسم کے حواشی کا ایک خاصا ذخیرہ ہو گیا تو ان تمام حواشی کو یکجا کر کے تصویب التقلیب کے نام سے مرتب کر لیا۔ یہ کتاب سہارنپور سے شائع ہو چکی ہے۔ اور دنیائے اسلام کے نامور عالم و محقق شیخ عبد الفتاح ابو غدہ اس کو اضافات و تعلیقات کے ساتھ مرتب کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ یہ نسخہ شائع ہو گا تو ہندوستانی علما کی کلاہ افتخار میں ایک اور کلغی کا اضافہ ہو گا۔

(۶) تصحیح اغلاط تقریب التہذیب خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال:
تہذیب التہذیب کی طرح حافظ ابن حجر کی ایک اور معروف تصنیف تقریب التہذیب میں بھی بعض فروگذاشتیں جگہ پا گئی ہیں۔ حکیم صاحب نے ان کی صحت و تحقیق پر بھی توجہ کی اور تذہیب تہذیب الکمال؟

بھی استدراک وحواشی لکھے، یہ کتاب ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔

(۷) ترجمہ حزب الاعظم: حزب الاعظم دعاؤں کی ایک مشہور کتاب ہے، حکیم صاحب نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی تعمیل ارشاد میں اس کا اردو ترجمہ کیا تھا جو مکمل مگر ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

(۸) طبی بیاضیں: طب اور معالجات حکیم صاحب کا آبائی مشغلہ اور ذریعہ معاش تھا، حکیم صاحب نے ان بیاضوں میں اپنے اور اپنے بزرگوں کے اہم نسخے اور مجربات نقل اور جمع کئے ہیں، اور اپنے بعض معرکۃ الآراء طبی کارناموں کی تفصیلات بھی قلمبند کی ہیں۔ یہ تمام بیاضیں بھی اشاعت سے محروم ہیں ــــ ممکن ہے مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ بھی حکیم صاحب کی کچھ اور تصنیفات ہوں۔ مگر راقم سطور کو ان کا علم نہیں۔

مولانا اصغر حسین گیاوی علیہ الرحمۃ

از محمد منظور نعمانی

اس سیہ کار بندہ پر اس کے رب کریم کے عظیم انعامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بہت سے مخلص بندے جن کو یہ عاجز مومنین صالحین میں سے جانتا ہے ایسا حسن ظن رکھتے اور ایسی للّٰہی محبت کرتے ہیں جسکا فی الحقیقت یہ بندہ کسی طرح مستحق نہیں، انہی محبین فی اللہ میں سے ایک شہر گیا (صوبہ بہار) کے مولانا اصغر حسین علیہ الرحمہ بھی تھے، اب سے قریباً ۲۵ سال پہلے جبکہ یہ عاجز اس دینی دعوت کے سلسلہ میں جو تبلیغ کے نام سے معروف ہے جماعتوں کے ساتھ دورے کرتا تھا کلکتہ کے قریب ایک بستی مگراہاٹ میں اس دینی دعوت کے سلسلہ کا اجتماع ہوا تھا، راقم سطور بھی اس میں شریک تھا، وہاں سے میرے بارے میں ایک جماعت کے ساتھ صوبہ بہار کے بعض علاقوں کا دورہ کرنا طے ہوا، اس جماعت کے ایک رفیق یہ مولانا اصغر حسین صاحب بھی تھے، جہاں تک یاد آتا ہے اس سے پہلے ان سے کوئی تعارف نہیں تھا، یہ مظاہر علوم سہارنپور کے ذی استعداد فاضل تھے (اب سے نصف صدی پہلے کے اکابر اساتذۂ مظاہر علوم حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ حضرت مولانا عبدالرحمن کامل پوریؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا وغیرہم سے شرف تلمذ حاصل تھا) بہت تھوڑے وقت بس چند روز کے لئے جماعت کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہوئے تھے، لیکن دو ہی چار دن ساتھ رہ کر جماعت کے کام سے اور اس عاجز سے ایسا انس ہوا کہ اس پورے سفر میں ساتھ رہے اور اس عاجز کے ساتھ لکھنؤ آ گئے ــ یہ تعلق کا آغاز تھا، اس کے بعد اس دینی دعوت کے سلسلہ کے سفروں میں تو غالباً دو چار ہی دفعہ ساتھ ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اس سیہ کار کی ایسی محبت ڈال دی جسکی مثالیں کم ہی دیکھی ہیں، راقم حروف ہی کے مشورہ سے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ سے بیعت ہو گئے تھے

میں چونکہ انکو علمائے صالحین اور عباد مقبولین میں سے سمجھتا تھا اس لیے ان کی اس للّٰہی محبت کو اپنے حق میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت جانتا تھا ــــ معاش کا ذریعہ کپڑے کی دوکان تھی، عمر ۷۰ سال سے اوپر ہی ہوگی، ادھر کئی سال سے دوکان لڑکوں کے حوالے کرکے خود کو خالص دینی کاموں اور سفر آخرت کی تیاری کے لئے فارغ کر لیا تھا۔ ایک دو دفعہ ہارٹ اٹیک بھی ہوا تھا خطوط سے معلوم ہوتا تھا کہ بہت ضعیف ہو گئے ہیں۔ کل ۲۸ شعبان کو ان کے بڑے صاحبزادے اختر حسین کا ۲۳ر شعبان کا لکھا ہوا خط ملا جس میں انھوں نے مولانا کے حادثہ رحلت کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> والد صاحب حسب معمول عشاء کی نماز مسجد میں ادا کر کے گھر تشریف لائے کھانا تناول فرمایا، رات میں ۱۲ ۱/۲ بجے قلب پر دورہ پڑا اور تھوڑی ہی دیر میں کلمہ طیبہ اور درود شریف پڑھتے ہوئے ہم سبھوں کو غموں کے اتھاہ سمندر میں ڈال کر اپنے مالک حقیقی کے پاس جا پہنچے ــــ انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ خبر سن کر ایک نہایت مخلص دوست اور اللہ کیلئے محبت کرنے والے ایک ساتھی کی جدائی کا جو طبعی صدمہ ہونا چاہئے تھا وہ ہوا اور اتنا ہوا کہ اس کے اظہار کے لئے اس عاجز کے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ لیکن الحمد للہ کہ دل و دماغ اس بات سے بہت مطمئن ہے کہ انشاء اللہ وہ اب وہیں ہوں گے جہاں کی تیاری میں عمر گذری تھی، اور اس سے بہتر حال میں ہوں گے جسکا انھیں اشتیاق تھا ــــ اس عاجز کو بھی عنقریب اسی مرحلہ سے گذرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی بھی مدد فرمائے اور جانے والوں کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ فرمائے۔

مولانا حفیظ الرحمٰن واصف دہلوی الی رحمۃ اللہ

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے صاحبزادے مولانا حفیظ الرحمٰن واصف صاحب بھی گذشتہ ماہ شعبان میں انتقال کر گئے، مولانا مرحوم گوناگوں کمالات کے حامل تھے، علوم دینیہ سے لیکر اردو ادب تک پر انکی گہری نظر تھی، خطاطی اور املا کے فنی ماہر تھے۔ لیکن اپنی مخصوص افتاد طبع کی وجہ سے ان کی باکمال شخصیت صحیح طور پر پہچانی نہ گئی۔ موجودہ زمانہ میں اجتماعی کاموں میں جو اندرونی خرابیاں ہیں ان کی وجہ سے انھوں نے ہمیشہ اپنے کو الگ تھلگ رکھا اور یہ بہت قابل تقلید بات ہے کہ اتنے عظیم والد کے فرزند ہونے کے باوجود انھوں نے کہیں خود کو نمایاں مقام دینے کی کوشش نہیں کی ــــ اس عاجز سے بہت گہرا اور مخلصانہ تعلق رکھتے تھے۔ اور یہ عاجز یہ محسوس کرتا تھا کہ مفتی صاحبؒ کی مزاجی خصوصیات انھیں ورثہ میں ملی ہیں۔ ان کی بہت بڑی دینی و علمی خدمت یہ ہے کہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کے فتاوی جو مختلف رسائل و اخبارات اور رجسٹروں میں منتشر تھے انھوں نے انھیں نہایت سلیقہ سے مدون و مرتب فرما کر کفایت المفتی کے نام سے ۹ جلدوں میں شائع کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ ان تینوں حضرات کے ساتھ خصوصی رحمت و مغفرت کا معاملہ فرمائے، اور اعلیٰ درجات سے نوازے، یہ عاجز بھی اپنے قارئین سے ان تینوں حضرات کیلئے دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کے اہتمام کی گذارش کرتا ہے۔